بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نورِ نسبت

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

اللہ تعالیٰ جب کسی کے سینے کو دین کیلئے کھول دیتے ہیں تو اسے نور سے بھر دیتے ہیں۔ اس بندے کیلئے شریعت مطہرہ پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے مکروہات شرعیہ اس کیلئے مکروہات طبعیہ بن جاتی ہیں۔ اس کی سوچ اللہ رب العزت کے حکموں کے مطابق ڈھل جاتی ہے۔ اگر انسان اس پر محنت کرتا رہے تو وہ ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ اپنی سوچ میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ نہیں کرتا۔

نورِ نسبت

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ .

و قال اللہ تعالیٰ فی مقام اخر

اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتاً فَاَحْیَیْنٰہُ وَ جَعَلْنَالَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاس .

و قال اللہ تعالیٰ فی مقام اخر

وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَالَہٗ مِنْ نُوْر .

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَo وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o

وَ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

نور اور ظلمت کا مفہوم:

’’نور‘‘ عربی زبان کا ایک لفظ ہے۔ جس کا مطلب ’’روشنی‘‘ ہے۔ اس کے بالمقابل ’’ظلمت‘‘ کا لفظ آتا ہے۔ جس کا مطلب ’’اندھیرا‘‘ ہے۔ جب بھی کوئی بندہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو اس عمل کی وجہ سے اس کے سینے کے اندر روشنی آتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی مومن نیک اعمال کرتا ہے تو ہر ہر نیک عمل کے بدلے اس کے سینے میں روشنی آتی ہے۔ اس کے بالمقابل جب بھی کوئی آدمی گناہ کرتا ہے تو اس

کے دل پر اس عمل کی وجہ سے سیاہ داغ لگ جاتا ہے اگر انسان توبہ کر لے تو داغ مٹ جاتا ہے اور اگر گناہوں پہ گناہ کرتا رہے تو داغوں پہ داغ لگتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ انسان کا دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں روشنی کے لئے نور کا لفظ استعمال ہوا ہے جب کہ اندھیرے کے لئے ظلمت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

نورانی اور تاریک سینے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ اس آیت کی رو سے جس طرح بینا اور نابینا برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح اندھیرا اور روشنی بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا جس انسان کے سینے کے اندر نور اور جس انسان کے سینے کے اندر ظلمت ہو، وہ دونوں بھی ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔

مکروہاتِ شرعیہ کا مکروہاتِ طبعیہ بننا:

اللہ تعالیٰ جب کسی کے سینے کو دین کے لئے کھول دیتے ہیں تو اسے نور سے بھر دیتے ہیں۔ النور اذا دخل الصدر انفتح کہ جب نور سینے میں داخل ہوتا ہے تو سینے کو کھول دیتا ہے۔ اس بندے کے لئے شریعت مطہرہ پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ مکروہاتِ شرعیہ اس کے لئے مکروہاتِ طبعیہ بن جاتی ہیں۔ اس کی سوچ اللہ رب العزت کے حکموں کے مطابق ڈھل جاتی ہے۔ اگر انسان اس پر محنت کرتا رہے تو وہ ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ جہاں وہ اپنی سوچ میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ نہیں کرتا۔

کبیرہ گناہ سے پاک شخصیت:

جب دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد رکھا جانے لگا تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ آج میں اس دارالعلوم کا سنگ بنیاد ایک

ایسی شخصیت سے رکھواؤں گا جس نے کبیرہ گناہ تو کیا کرنا کبھی کبیرہ گناہ کرنے کا دل میں ارادہ ہی نہیں کیا۔

رزق حلال کے انوارات:

حضرت مولانا اصغر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں شاہ حسین احمد ''منے شاہ'' کے نام سے مشہور تھے۔ دیکھنے میں ان کا قد چھوٹا تھا لیکن اللہ رب العزت کے ہاں ان کا قد بہت بڑا تھا۔ ان کی زندگی اقتصادی لحاظ سے بہت معمولی سی تھی۔ وہ گھاس کاٹ کر بیچتے تھے اور روزانہ تھوڑے پیسے بچاتے رہتے۔ حتیٰ کہ پورے سال میں اتنے پیسے بچ جاتے کہ وہ ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کی دعوت کرتے تھے۔ اساتذہ فرماتے تھے کہ ہم سارا سال ان کی دعوت کے منتظر رہتے کیونکہ ہم جس دن ان کے گھر سے کھانا کھا لیتے اس کے بعد چالیس دن تک ہماری نماز کی حضوری کے اندر اضافہ ہو جاتا تھا۔ سبحان اللہ، اتنا حلال اور پاکیزہ مال تھا۔

نور بھرے سینے کی برکات:

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکاتیب میں لکھا ہے کہ اس امت میں ایسے ایسے پرہیزگار اولیاء گزرے ہیں کہ بیس بیس سال ان کے گناہ لکھنے والے فرشتوں کو ان کا گناہ لکھنے کا موقع نصیب نہیں ہوا۔ سبحان اللہ، یہ نور بھرے سینے کی برکات ہیں۔

نور سے محروم لوگوں کی کسمپرسی:

قیامت کے دن یہی نور انسان کے سامنے ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ اس دن ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں طرف ہوگا اور وہ اس نور کی روشنی میں

قدم بڑھا رہے ہوں گے۔ منافقین بھی اس وقت قریب ہوں گے اور ایمان والوں سے کہیں گے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ ذرا ہماری طرف بھی توجہ کیجئے تاکہ ہم بھی آپ کے نور سے فائدہ اٹھالیں۔ راستے پر چلتے ہوئے اگر ایک آدمی کے پاس ٹارچ ہو تو دوسرے اس سے کہتے ہیں کہ ذرا روشنی اس طرف کرنا تاکہ ہمیں بھی راستہ نظر آجائے۔ وہاں بھی ہو بہو یہی حال ہوگا۔ لیکن قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآئَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا انہیں کہا جائے گا تم واپس دنیا میں جاؤ، یہ نور تو اس منڈی سے ملا کرتا تھا، تمہیں یہ نور وہاں سے لے کر آنا چاہئے تھا۔

نور حاصل کرنے کی منڈی:

میرے دوستو! یہ دنیا نور حاصل کرنے کی منڈی ہے اس لئے یہاں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کیجئے۔ سچ بولئے، سچ کی زندگی گزاریئے، نماز پڑھئے، تلاوت کیجئے، اخلاق حمیدہ کو اپنا لیجئے اور ہر کام شریعت و سنت کے مطابق کیجئے، اس طرح ہر دن سینے کے نور میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ مثال کے طور پر ایک زیرو واٹ کا بلب بھی ہوتا ہے، پانچ اور دس واٹ کا بھی ہوتا ہے، سو، دو سو، پانچ سو اور ہزار واٹ کا بلب بھی ہوتا ہے۔ پاور بڑھتی چلی جاتی ہے تو روشنی میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ بات سمجھئے کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو کچھ روشنی عطا فرما دی۔ اب یہ شخص نیک اعمال میں جتنا بڑھتا چلا جائے گا اسی قدر اس کے ایمان کی پاور میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

شگفتہ چہروں کا راز:

اللہ والے اپنے ایمان کو اتنا مضبوط کر لیتے ہیں کہ ان کے سینے روشن ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کے چہروں کو روشن کر دیتا ہے۔ ان کے چہرے اَلَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰه کے مصداق بن جاتے ہیں۔ دیکھنے والے جب ان کے شگفتہ

چہرے کو دیکھتے ہیں تو ان کو اللہ یاد آ جاتا ہے۔ ان کے چہروں پر بہار کی سی رونقیں نظر آتی ہیں۔ ان کے سینے کا نور ان کے چہرے پر عکس ڈالتا ہے۔ اجنبی لوگوں کو بھی بتانے اور تعارف کرانے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت:

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ٹرین پر سفر کرتے اور کسی اسٹیشن پر ٹرین رکتی اور وہ معلوم کرنا چاہتے کہ یہ کونسا اسٹیشن ہے تو گاڑی کی کھڑکی میں سے ذرا سا جھانک کر باہر دیکھتے تو پلیٹ فارم پر جو انجان لوگ آ جا رہے ہوتے تھے وہ ان کا چہرہ دیکھ کر ان سے ملتے اور ان سے باتیں کرنا شروع کر دیتے تھے۔ ناواقف لوگ ہوتے تھے مگر چہرے کو دیکھ کر ان کی مسیحائی کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ کوئی کلام کئے بغیر لوگ آتے اور سلام کرنے کے بعد کہتے کہ حضرت! میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ سبحان اللہ

مرد حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

اسلام قبول کرنے کی عجیب وجہ:

کچھ ہندوؤں نے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ دوسرے ہندوؤں نے انہیں کہا کہ تم کیسے نکلے اپنے آباؤ اجداد کے راستے سے ہٹ کر مسلمان بن گئے۔ انہوں نے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگے کہ ذرا اس شخص کے چہرے کو دیکھو، یہ چہرہ کسی جھوٹے انسان کا چہرہ نظر نہیں آتا۔

جنگل میں منگل:

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اس عاجز سے فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے میرا یہ حال کر دیا ہے کہ میں جنگل میں جا کر بھی بیٹھ جاؤں تو اللہ تعالیٰ وہاں بھی منگل بنا دے۔ اور پھر پنجابی میں ایک بات کہی، فرمانے لگے "ہن تے میڈی پٹھیاں وی سدھیاں تھی ویندیاں ہن" یعنی اب تو اگر الٹا قدم بھی اٹھا لوں تو اللہ تعالیٰ الٹے کو بھی سیدھا کر دیا کرتے ہیں اور واقعی ایک ایسا وقت آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو پورا کر دیتے ہیں۔

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام عبودیت:

ایک دفعہ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ پتہ نہیں کہ اس عاجز کے دل میں کیا بات آئی کہ عرض کیا کہ حضرت! آپ کو گھر سے تشریف لائے ہوئے کافی وقت ہو گیا ہے آپ وضو تازہ کرنے کے لئے تشریف لے جائیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر دیکھا اور گھر تشریف لے گئے۔ اگلے دن بیٹھے ہوئے تھے پتہ نہیں کیا بات ہوئی کہ اس عاجز نے عرض کیا، حضرت! کافی وقت ہو گیا ہے، آپ نے کھانا بھی نہیں کھایا، آپ کھانا کھا لیجئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پھر مسکرا پڑے اور گھر تشریف لے گئے۔ تیسرے دن پھر کوئی ایسی بات ہو گئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ مجھے فرمانے لگے کہ دیکھو! ایک ایسا وقت آتا ہے کہ بندے کے دل میں کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق کے سامنے زبان سے سوال بھی نہیں کرنے دیتے بلکہ مخلوق کے دل میں ڈال دیتے ہیں اور وہ خود ان کو کہتے ہیں کہ آپ ہماری اس چیز کو قبول فرما لیجئے۔ پھر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسا وقت دے دیا ہے کہ اب مجھے مخلوق کے سامنے کسی چیز کو کہنے کی

ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ سبحان اللہ، اللہ رب العزت سے مانگتے مانگتے بندے پہ ایک ایسا وقت آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو مخلوق سے مانگنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔ فرماتے ہیں کہ جس کا سر کبھی کسی غیر کے سامنے نہیں جھکا میں اپنے اس بندے کا ہاتھ کسی غیر کے سامنے کیسے پھیلنے دوں۔ سبحان اللہ۔

پانچ قسم کا نور:

قیامت کے دن نیکیوں کا نور انسان کے ساتھ ساتھ ہوگا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ یہ نور پانچ قسم کا ہوگا۔ یوں سمجھئے کہ ایک کمرہ نور سے بھرا ہوا ہے اور مختلف جگہ پر بلب لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح روز محشر انسان کے پانچ طرف نور ہوگا۔ علماء نے لکھا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا نور اپنے خاص رنگ اور شان کے ساتھ انسان کے آگے ہوگا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جیسے ٹیوب لائٹ کی بھی روشنی ہوتی ہے اور بلب کی بھی روشنی ہوتی ہے۔ پھر بلبوں میں کچھ پیلی روشنی کے بھی بلب ہوتی ہیں۔ روشنی تو سب میں ہے مگر ہر ایک کی اپنی شان ہے اور اپنا رنگ ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن مختلف اعمال کا نور مختلف رنگ کا ہوگا۔ اللہ اکبر کا جتنا ورد کیا ہوگا اس کا نور اس کی دائیں طرف ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ اکبر میں اللہ کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔ اب عظمت کا تقاضا ہے کہ یہ نور انسان کے دائیں طرف آئے۔ اس لئے کہ دائیں طرف کمال کی نشانی ہوتی ہے۔ سبحان اللہ، کا نور انسان کی بائیں جانب ہوگا۔ اس لئے کہ سبحان اللہ میں تنزیہہ ہے اور بائیں طرف عیب سے پاک ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سبحان اللہ کے نور کو انسان کی بائیں طرف کر دیں گے۔ الحمدللہ کے ورد کا نور انسان کے پیچھے ہوگا اور یہ بندے کی قیامت کے دن پشت پناہی کر رہا ہوگا۔ اور ایمان کا نور انسان کے سر کے اوپر ہوگا اور یہ بندہ ان نوارات کی روشنی میں اپنے پروردگار کی طرف جا رہا ہوگا۔ اور اسے کہا جائے گا

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ (اے اطمینان پانے والی جان! لوٹ اپنے رب کی طرف) فرشتے اس کو اس روشنی کے ساتھ جنت کے اندر لے جائیں گے۔

نورِ نسبت کا ادراک:

ذکر کرنے والے بندے کی ذات میں اللہ تعالیٰ ذکر کی تاثیر رکھ دیتے ہیں۔ آپ دیکھئے کہ اگر کوئی لطیف طبیعت والا آدمی کسی سگریٹ پینے والے کے قریب سے گزر جائے تو اس فوراً ادراک ہو جاتا ہے کہ یہ آدمی سگریٹ پینے والا ہے۔ اگر سگریٹ پینے والے بندے کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کا احساس ہو جاتا ہے تو اسی طرح نورِ نسبت کی ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ قریب سے گزرنے والے بندے کو بھی اس کا ادراک ہو جاتا ہے۔

ایک خاتون کا قبول اسلام:

ایک مرتبہ ہم امریکہ میں نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے۔ سامنے مین روڈ تھا۔ ہم دو آدمی آپس میں بات چیت کر رہے تھے سامنے سڑک پر ایک خاتون تیزی کے ساتھ کار چلاتی ہوئی گزری۔ لیکن چند میٹر آگے جا کر اس نے بریک لگا دی۔ اس نے گاڑی موڑی اور ایک دو منٹ میں اس نے ہمارے قریب آ کر گاڑی کھڑی کر دی۔ وہاں پر عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جس منزل پر جا رہا ہو اس کے پاس اس کا پورا ایڈریس نہ ہو تو اسے پوچھنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ چنانچہ ہم نے سوچا کہ ممکن ہے کہ یہ امریکن عورت راستہ بھول گئی ہو اور ہم سے کوئی پتہ معلوم کرنا چاہتی ہو۔

اس عاجز نے اپنے ساتھ والے دوست سے کہا کہ آپ جائیں اور اس سے پوچھیں کہ کیا آپ کو ڈائریکشن کی ضرورت ہے؟ جب اس نے جا کر پوچھا تو وہ کہنے لگی نہیں، میں تو اپنے گھر جا رہی ہوں اور گھر کی ڈائریکشن تو ہر ایک کو آتی ہے۔ ہمیں کیا پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے گھر کی بجائے اصلی گھر کا راستہ دکھانا چاہتے

تھے۔اس نے جب کہا کہ میں اپنے گھر جارہی ہوں تو ہمارے دوست نے پوچھا کہ پھر آپ نے یہاں کیوں بریک لگائی؟

اس کے جواب میں وہ کہنے لگی کہ یہ بندہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ بندہ مسلمان ہے۔وہ کہنے لگی کہ اس سے پوچھو کہ کیا یہ مجھے بھی مسلمان بنا سکتے ہیں۔نہ نام کا پتہ اور نہ ہی ایڈریس کا پتہ، فقط نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی سنتوں کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ایسی تاثیر ڈال دی کہ وہیں گاڑی میں بیٹھے بیٹھے اس نے کلمہ پڑھ لیا۔اس عاجز نے اسے اپنا رومال دے دیا جس کو اس نے اپنا دوپٹہ بنالیا اور پھر اپنے گھر کو روانہ ہوگئی۔سبحان اللہ۔

دین اسلام کی جاذبیت :

اللہ تعالیٰ ایسے بھی ہدایت کا نور عطا فرمادیتے ہیں کہ بندے صرف شکل دیکھ لیتے ہیں اور کلمہ پڑھ کر اسلام کے دامن میں داخل ہو جاتے ہیں۔اس میں کسی کا کمال نہیں بلکہ اس میں سنت کا کمال ہے۔یہ جاذبیت اس دین کے اندر ہے کہ اس دین کو جب کوئی مجسم حالت میں دیکھتا ہے تو وہ خود بخود اس کی طرف کھنچا چلا آتا ہے۔

نسبت کی برکتیں

نسبت کی برکتیں بڑی عجیب ہیں۔اس سلسلہ میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

مسجد کی عظمت:

دیکھئے، زمین تو سب کی سب اللہ تعالیٰ نے بنائی لیکن پوری زمین کو اللہ تعالیٰ

نے جنت میں داخل کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا۔ البتہ زمین کا وہ ٹکڑا جسے ہم مسجد بنا دیں ، وہ اللہ کا گھر بن جائے ، زمین کے اس ٹکڑے کو اللہ کے نام کے ساتھ نسبت ہو جائے تو علماء نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن دنیا کی تمام مسجدوں کو بیت اللہ میں شامل کر کے بیت اللہ کو جنت کا حصہ بنا دیا جائے گا۔ حالانکہ یہ وہی زمین تھی جس پر مسجد بننے سے پہلے لوگ جوتوں سمیت گزرتے تھے اور جانور گزرتے ہوئے پیشاب، پاخانہ کر دیتے تھے۔ مگر اللہ کے نام کے ساتھ نسبت مل جانے کی وجہ سے اس کی عظمت بڑھ گئی۔ آخرت میں یہ جنت کا حصہ بن جائے گی۔

ایک درخت سے جنت کا وعدہ:

استوانہ حنانہ ایک درخت ہے۔ اس کو نبی علیہ السلام کے ساتھ محبت تھی۔ اس وجہ سے چونکہ اس درخت کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ نسبت ہو گئی تھی اس لئے اس کے ساتھ جنت کا وعدہ کر دیا گیا۔

کتے کا جنت میں داخلہ:

اصحاب کہف کے ساتھ ایک کتا چل پڑا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے انسانی شکل عطا کریں گے اور جنت عطا فرما دیں گے۔ نیکوں کے ساتھ نسبت حاصل ہونے سے اگر کتے کو جنت مل سکتی ہے تو اگر مومن اللہ والوں کے ساتھ نسبت پکی کر لے گا تو نجات کیوں نہیں ہوگی۔

اونٹنی جنت میں:

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے بارے میں بھی مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو بھی جنت عطا فرمائیں گے۔ حالانکہ دنیا کے دوسرے اونٹ جنت میں نہیں جائیں گے مگر اس کو چونکہ حضرت صالح علیہ السلام سے نسبت ہے اس

لئے اس کو بھی جنت میں داخل کرنے کا وعدہ فرما دیا۔

تابوت سکینہ کا تذکرہ:

اللہ والوں کے زیرِ استعمال جو چیزیں رہتی ہیں ان کے اندر بھی نسبت کی برکتیں آ جاتی ہیں۔ اس کی دلیل قرآن عظیم الشان سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دو فرشتے ایک بہت بڑا صندوق لے کر حضرت طالوت علیہ السلام کے پاس آئے۔ سورۃ بقرہ میں اس کا تذکرہ ہے۔ فرمایا کہ **فیہ سکینۃ** اس میں سکینہ تھی۔ سکینہ اس رحمت، برکت اور نور کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں **انزل اللہ سکینۃ علی رسولہ** کہ اللہ نے اپنے رسول کے اوپر سکینہ کو نازل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس صندوق کے لئے سکینہ کا لفظ استعمال کیا۔ اور ارشاد فرمایا **فیہ سکینۃ و بقیۃ مما ترک ال موسیٰ و ال ھارون تحملہ الملئکۃ** کہ اس میں رحمت، برکت اور نور تھا اور آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کی جو بچی ہوئی چیزیں تھیں وہ اس میں موجود تھیں۔ معلوم ہوا کہ ان بزرگوں کے بچے ہوئے تبرکات میں اللہ تعالیٰ نے سکینہ کو رکھ دیا تھا۔ سوچنے کی بات ہے کہ جو چیزیں بزرگوں کے زیرِ استعمال رہتی ہیں اگر ان میں بھی برکتیں آ جاتی ہیں تو پھر ان بزرگوں کے اپنے دلوں کی برکتوں کا کیا عالم ہوگا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے جبہ میں برکت:

کتابوں میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر خلقِ قرآن کے مسئلہ کے بارے میں کچھ آزمائشیں آئیں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب فرما دیں گے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شاگرد کو بھیجا

کہ جاؤ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خواب سنا دو۔ چنانچہ اس شاگرد نے جا کر خواب سنا دیا کہ خلق قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں آئیں گی اور اللہ تعالیٰ اس آزمائش میں آپ کو کامیاب فرما دیں گے۔ اب ظاہر میں تو تکالیف پہنچنے والی بات تھی مگر اللہ والے تو یہ دیکھتے ہیں کہ اس آزمائش میں ہم کامیاب ہوں گے یا نہیں۔ اس خواب میں تو بشارت بھی تھی کہ کامیاب ہوں گے۔

نبی اکرم ﷺ کی یہ سنت ہے کہ اگر کوئی خوشخبری لائے تو خوشخبری لانے والے کو کچھ ہدیہ پیش کر دیا جائے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کا اپنا ایک جبہ پڑا ہوا تھا۔ انہوں نے وہ جبہ اس آنے والے بندے کو ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا۔ جب شاگرد نے واپس جا کر امام شافعی کو کارگزاری سنائی تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ جبہ حاصل کرنے کی فرمائش ظاہر کی۔ شاگرد نے امام شافعی کے حوالے کر دیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس جبے کو پانی میں ڈبو کر رکھتے اور وہ پانی بیمار کو پلا دیتے تو اللہ تعالیٰ بیمار کو شفا عطا فرما دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے جبہ میں اتنی برکت رکھ دی تھی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیت اس جبہ سے برکت حاصل کرتی تھی۔

لمس نبوی ﷺ کی برکات:

ایک مرتبہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تنور میں روٹیاں لگا رہی تھیں۔ اسی اثناء میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام ان کے گھر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کو اپنی صاحبزادی سے بہت محبت تھی۔ بیٹیاں تو ویسے ہی لخت جگر ہوتی ہیں۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے دیکھا تو فرمایا، فاطمہ رضی اللہ عنہا! ایک روٹی میں بھی بنا دوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بھی آٹے کی ایک روٹی بنا دی اور فرمایا کہ تنور میں لگا دو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ روٹی تنور میں لگا دی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جب روٹیاں لگا کر فارغ ہو گئیں تو کہنے لگیں، ابو جان! سب روٹیاں پک گئی ہیں مگر ایک روٹی ایسی ہے کہ جیسے لگائی گئی تھی ویسے ہی لگی ہوئی ہے۔ اس پر آگ نے کوئی اثر نہیں کیا۔ نبی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا کہ جس آٹے پر میرے ہاتھ لگ گئے ہیں اس پر آگ اثر نہیں کرے گی۔ سبحان اللہ۔

ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے گھر گیا۔ میں کھانا کھا رہا تھا۔ انہوں نے اپنی باندی سے کہا کہ تولیہ لاؤ۔ جب وہ تولیہ لائیں تو دیکھا کہ میلا کچیلا تھا۔ حضرت انسؓ نے اس کو غصے کی نظر سے دیکھا اور کہا کہ جاؤ اسے صاف کر کے لاؤ۔ فرماتے ہیں کہ وہ بھاگ کر گئی اور جلتے ہوئے تنور کے اندر تولئے کو پھینک دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے وہ تولیہ تنور سے باہر نکالا تو بالکل صاف ستھرا تھا۔ وہ گرم گرم تولیہ میرے پاس لائی۔ میں نے ہاتھ تو صاف کر لئے مگر حضرت انسؓ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ مسکرائے اور کہنے لگے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ میرے گھر دعوت پر تشریف لائے تھے۔ میں نے یہ تولیہ محبوب ﷺ کو ہاتھ مبارک صاف کرنے کے لئے دیا تھا۔ جب سے محبوب ﷺ نے ہاتھ مبارک صاف کئے آگ نے اس تولیے کو جلانا چھوڑ دیا ہے، جب یہ تولیہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسے تنور میں ڈال دیتے ہیں، آگ میل کچیل کو کھا لیتی ہے اور ہم صاف تولیے کو باہر نکال لیتے ہیں۔ سبحان اللہ۔

کپڑے میں برکت:

سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ طیبہ میں ایک مرتبہ آگ نکلی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت تمیم داریؓ کو بھیج دیا۔ انہوں نے اپنے رومال کو چابک کی طرح بنا لیا اور اس رومال کو آگ پر مارنا شروع کر دیا۔ آگ اس طرح پیچھے ہٹنے لگی جیسے چابک کے لگنے سے جانور بھاگ رہا ہوتا ہے۔ چونکہ محبوب ﷺ

کی ان کو دعائیں تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کپڑے میں ایسی تاثیر رکھ دی کہ اس کی برکت سے آگ پیچھے ہٹتی ہٹتی جہاں سے نکلی تھی بالآخر وہیں پہنچ گئی۔

ایمان کی نسبت کی برکات:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کذاب نے مشہور تابعی حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی طرح گرفتار کر لیا اور کہا کہ تم میری نبوت کا اقرار کر لو۔ وہ کہنے لگے، ہرگز نہیں۔ وہ کہنے لگا، میں تجھے آگ میں ڈلوا دوں گا۔ فرمانے لگے، **فاقض ما انت قاض** تو جو کر سکتا ہے کر لے۔ کیونکہ پہلے سے ہی ایسا ہوتا آیا ہے۔ چنانچہ اس نے آگ جلوائی اور ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو آگ میں ڈلوا دیا۔ انہوں نے اللہ اکبر اور بسم اللہ کے الفاظ پڑھے اور آگ میں چھلانگ لگا دی مگر آگ نے ان پر کوئی اثر نہ کیا۔

جب مسیلمہ کذاب نے دیکھا کہ آگ نے ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی اثر نہیں کیا تو وہ پریشان ہو گیا اور ڈر گیا کہ کہیں اس بندے کی وجہ سے مجھ پر پکڑ نہ آ جائے۔ چنانچہ کہنے لگا، اچھا، میں تجھے آزاد کرتا ہوں۔ لہٰذا انہیں آزاد کر دیا گیا۔ یہ واقعہ یمامہ میں پیش آیا۔ اور یہ خبر پھیلتے پھیلتے حضرت سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی۔

ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ مجھے نبی علیہ السلام کا دیدار کرنے کے لئے جانا چاہئے۔ جھوٹے نبی نے تو مجھے جلانا چاہا مگر میرے مالک نے مجھے محفوظ فرما دیا۔ اب کیوں نہ میں سچے نبی ﷺ کے قدموں میں حاضری دے آؤں۔ چنانچہ یمامہ سے مدینہ حاضر ہوئے، مسجد نبوی میں دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہی تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قریب آئے۔ انہوں نے اجنبی شخص کو دیکھ کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہنے لگے کہ ابو مسلم خولانی ہوں۔ پوچھا، کہاں سے

آئے ہو؟ کہنے لگے کہ میں یمامہ سے آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ یمامہ میں ایک آدمی کو مسیلمہ کذاب نے آگ میں ڈال دیا مگر آگ نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا، کیا تم نے بھی اس کے بارے میں سنا ہے؟ فرمانے لگے، جی ہاں۔ وہ آدمی تو میں ہی ہوں جن کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے۔ فرمانے لگے کہ چلو میں آپ کو خلیفہ ءرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر جاؤں۔ چنانچہ انہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آئے اور کہنے لگے، امیر المومنین! آج اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایسے شخص کو کھڑا کر دیا ہے کہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کی یادیں تازہ کر دی ہیں۔ سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نے ایمان کی نسبت سے ان کو دنیا کی آگ میں جلنے سے محفوظ فرما دیا۔ بالکل اسی طرح جب ایمان والوں کو قیامت کے دن جہنم کے اوپر سے گزارا جائے گا تو جہنم کی آگ کہے گی اسرع یا مومن ان نورك اطفاء ناری اے مومن! جلدی چل کہ تیرے نور نے تو میری آگ کو بجھا ڈالا ہے۔

نسبی ولایت کی برکات:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام ایک بستی میں گئے جہاں دو ایسے بچے تھے جن کے گھر کی دیوار گری ہوئی تھی۔ فرمایا گیا وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا کہ اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ اس دیوار کو دوبارہ بنانے کا حکم کس لئے دیا گیا؟ اس لئے کہ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا کہ ان کا باپ بڑا نیک تھا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے لفظ تو ابو کا استعمال ہوا ہے مگر اس سے مراد ان کا دادا پردادا یا اوپر کی پشت میں اللہ کا کوئی بڑا ولی گزرا تھا۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی کئی نسلوں کے بعد بچوں کی جائیداد کی بھی حفاظت فرما دی۔ نہ صرف ظاہری سرمایہ کی ہی حفاظت کی جاتی ہے بلکہ اولیاء اللہ کی آنے والی اکیس اکیس نسلوں کے ایمان کی بھی

اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتے ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے۔ وَ اتَّبَعَتْهُمْ وَ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اور پھر ان کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی اَلْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ تو ہم ان کی اولادوں کو بھی ان کے ساتھ قیامت کے دن اکٹھا کر دیں گے۔وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَیْءٍ۔اور ان کے عملوں میں سے کچھ بھی ضائع نہ کریں گے۔

مفسرین کی رائے:

اس آیت کے تحت مفسرین نے لکھا ہے کہ جب اللہ والے اس دنیا سے چلے جائیں گے اور ان سے تعلق رکھنے والے، ظاہری اولاد ہوں یا باطنی اولاد ہوں، ان کے راستے پر چلنے کی کوشش کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جتنی ہمت دی ہوگی وہ اس راستے پر چلیں گے۔اگر چہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے بہت نیچے کے مقام پر ہوں گے اور ان کے روحانی مشائخ بہت بلند مقام پر ہوں گے لیکن چونکہ انہوں نے اسی راستے پر قدم اٹھایا ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی رحمت کے ساتھ ان اولادوں کو بھی ان کے بڑوں کے ساتھ ملا دیں گے۔

محبت والوں کا ملاپ:

علماء نے کتابوں میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اگر دو بندوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت ہوگی اور ان دو میں اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو تقویٰ میں بلند مقام عطا فرمایا ہوگا حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ مقرب بن جائے گا اور دوسرا بندہ اس راستے پر قدم بھی اٹھائے گا مگر پست پرواز ہوگا۔اتنا آگے نہیں بڑھ سکے گا، دل میں محبت رکھتے ہوئے عمل کرنے کی کوشش میں لگا رہے گا جب مرے گا تو المرء

مع من احب کہ بندہ قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت ہوگی۔اس خوشخبری کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اس کم مرتبہ والے بندے کو بھی اس سے محبت رکھنے کی وجہ سے اس دوسرے بلند مرتبہ بندے کا مقام عطا فرما دیں گے۔

نسبت نقشبندیہ کی برکت:

اس حدیث پاک پر غور کیجئے کہ قیامت کے دن نبی علیہ الصلوۃ والسلام جہاں ہوں گے اللہ تعالیٰ سیدنا صدیق اکبر ﷛ کو بھی محبت رکھنے کی وجہ سے ان کے ساتھ کر دیں گے۔ پھر سیدنا سلمان فارسی ﷛ نے سیدنا صدیق اکبر ﷛ سے محبت کی اور ان کے ساتھ ایک خاص نسبت کا تعلق پایا، ان کو بھی حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کے ساتھ کر دیں گے۔ بعد میں آنے والوں کو بھی انہیں کے بڑوں کے ساتھ کرتے جائیں گے حتیٰ کہ سب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہوں گے۔معلوم ہوا کہ جن مشائخ کے ساتھ ہماری باطنی نسبت ہے جب ان کو قیامت کے دن نبی علیہ السلام کے قدموں میں جگہ ملے گی تو ہمیں بھی اپنے مشائخ کے ساتھ سچی محبت رکھنے کی وجہ سے اور ان کی بتائی ہوئی تعلیمات پر حتی المقدور عمل کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن نبی علیہ السلام کے قدموں میں جگہ مل جائے گی۔سبحان اللہ۔

قبولیت دعا میں نسبت کا مقام:

اللہ تعالیٰ نسبت کی برکات سے بندے کی دعائیں قبول کرتے ہیں۔اس کی دلیل یہ ہے کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام دنیا میں اتارے گئے تو آپ نے دو سو سال یا تین سو سال تک اللہ رب العزت کے حضور بہت عاجزی اور زاری کی اتنا روئے کہ اگر آنسوؤں کو جمع کر دیا جائے تو وہ پانی ندی اور نالے کی طرح بہنا شروع کر دے۔ بالآخر حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہوئے اس کے محبوب ﷺ

کا واسطہ دیا اور عرض کیا، اے اللہ! میں آپ کے محبوب ﷺ کی نسبت سے دعا مانگتا ہوں یا اللہ! میری توبہ قبول فرما لیجئے۔ پروردگار عالم نے توبہ تو قبول فرمالی مگر ساتھ ہی پوچھا، اے میرے پیارے آدم! آپ کو کیسے پتہ چلا کہ یہ میرے اتنے مقرب اور محبوب ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا، اے اللہ! جب میں جنت میں تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا **لا اله الا الله محمد رسول الله**۔ میں پہچان گیا کہ جس ہستی کا نام آپ کے نام کے ساتھ ہے وہ آپ کی محبوب ہستی ہوگی۔ اس لئے میں نے آپ کی اس محبوب ہستی کا تصور کر کے آپ سے دعا مانگی ہے۔ سبحان اللہ، اس کے بعد وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور تمہاری اولاد میں سے ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اس نسبت کی برکت کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی چاہت ہوگی کہ مجھے آدم کی بجائے ان (نبی آخر الزماں ﷺ) کی نسبت سے پکارا جائے۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں ''ابو محمد ﷺ'' کی کنیت سے پکارا جائے گا۔ سبحان اللہ، ان کے دل کی تمنا ہوگی کہ میری اولاد میں سے جس کی نسبت کی برکت سے میری توبہ قبول ہوئی مجھے جنت میں اسی کے نام کے ساتھ پکارا جائے۔

فاحشہ عورت پر نسبت کا اثر:

اللہ تعالیٰ اس نسبت کی برکت سے بندے کے ایمان اور اعمال کی حفاظت فرماتے ہیں اور اسے امتحانوں سے محفوظ فرما لیا کرتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک بڑا متکبر آدمی تھا۔ اس کے پاس بہت زیادہ مال و

دولت بھی تھا اور خوبصورت باندیاں بھی تھیں۔ اسے اپنے شباب اور شراب کے کاموں سے فرصت ہی نہیں ملا کرتی تھی۔ کسی نے اس کے سامنے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نیکی کا تذکرہ کر دیا۔ وہ کہنے لگا، اچھا، میں اس کی آزمائش کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنی باندیوں میں سے جو سب سے زیادہ خوبصورت اور رشکِ قمر باندی تھی اسے بلایا اور کہا کہ بن سنور کر ان کے پاس جانا اور ان سے ایک مسئلہ پوچھتے ہوئے یکدم اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دینا۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ تمہاری خوبصورتی کو دیکھ کر بھی گناہ سے بچتا ہے یا نہیں بچتا۔

باندی بن سنور کر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچی۔ وہ ان کے سامنے بیٹھ کر مسئلہ پوچھنے لگی، مسئلہ پوچھتے پوچھتے اس نے یکدم اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا اور خوبصورت چہرے اور سراپا کے ساتھ ان کے سامنے آئی اور مسکرا دی۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اچانک اس پر پڑ گئی اور آپ کی زبان سے فوراً ''اللہ'' کا لفظ نکلا۔ یہ اللہ کا لفظ ایسی تاثیر رکھتا تھا کہ اس باندی کے دل کے اندر پیوست ہو گیا۔ اب اس نے شرم کی وجہ سے سر پر دوبارہ نقاب لے لیا۔

جب واپس گئی تو اس کے دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ وہ مالک سے جا کر کہنے لگی، اب آپ کے ساتھ میرا گزارا نہیں ہو سکتا۔ میں نے اللہ کا لفظ سنا ہے۔ اس لفظ کی وجہ سے میرے دل میں اللہ کی محبت ایسے آئی ہے کہ اب میں اسی کی عبادت میں زندگی گزار دوں گی۔ چنانچہ وہ دن کو روزہ رکھتی اور رات کو عبادت کرتی اور وہ متکبر آدمی اپنے دوستوں میں بیٹھ کر کہتا تھا کہ میں نے جنید بغدادی کا کیا بگاڑا تھا کہ اس نے میری خوبصورت باندی کو کچھ کر دیا ہے کہ اب وہ میرے کام کی نہیں رہی۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ پر نسبت کی برکات:

اللہ تعالیٰ نسبت کی وجہ سے بندے کو اپنا نازنین بنا لیتے ہیں۔ حضرت شبلی رحمۃ

اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو چکے تھے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ان کو مجنون سمجھ کر کسی نے پتھر مارا۔ جس کی وجہ سے خون نکل آیا۔ ایک آدمی دیکھ رہا تھا۔ اس نے جب خون نکلتا دیکھا تو کہا کہ چلو میں پٹی باندھ دیتا ہوں۔ لہٰذا اس نے بچوں کو ڈرا دھمکا دیا اور ان کے قریب ہوا۔ وہ دیکھ کر حیران ہوا کہ جو قطرہ بھی خون کا نکلتا ہے وہ زمین پر گرتے ہی اللہ کا لفظ بن جاتا ہے۔ وہ حیران ہوا کہ اس بندے کے رگ و ریشے میں اللہ تعالیٰ کی کتنی محبت سمائی ہو گی کہ خون کا جو قطرہ بھی گرتا ہے وہ اللہ کا لفظ بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اس نے زخم پر پٹی باندھ دی۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اتنی محبت تھی کہ جب کوئی آن کے سامنے اللہ کا نام لیتا تھا تو وہ جیب میں ہاتھ ڈالتے تھے اور جیب سے مٹھائی نکال کر اس بندے کے منہ میں ڈال دیتے تھے۔ کسی نے کہا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں کہ لوگوں کے منہ میں مٹھائی ڈالتے ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ جس منہ سے میرے محبوب کا نام نکلے میں اس منہ کو شیرینی سے نہ بھر دوں تو پھر اور کیا کروں۔

ایک مرتبہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ وضو کر کے گھر سے نکلے۔ راستے میں ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا، شبلی! ایسا گستاخانہ وضو کر کے تو میرے گھر کی طرف جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ سہم گئے اور پیچھے ہٹنے لگے۔ جب وہ پیچھے ہٹنے لگے تو دوبارہ الہام ہوا، شبلی! تو میرا گھر چھوڑ کر کہاں جائے گا؟ وہ پھر ڈر گئے اور زور سے ''اللہ'' کی ضرب لگائی۔ جب ''اللہ'' کا لفظ کہا تو الہام ہوا، شبلی! تو ہمیں اپنا جوش دکھاتا ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر دبک کر بیٹھ گئے، پھر تھوڑی دیر کے بعد الہام ہوا، شبلی! تو ہمیں اپنا صبر دکھاتا ہے۔ بالآخر کہنے لگے، اے اللہ! میں تیرے ہی سامنے فریاد کرتا ہوں۔ اصل میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے کے ساتھ ذرا محبت کی باتیں کرنا چاہتے تھے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مرتبہ عجیب کیفیت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں الہام فرمایا، شبلی! کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تیرے عیب لوگوں پر کھول کر ظاہر کر دوں تا کہ تجھے دنیا میں کوئی منہ لگانے والا نہ رہے۔ وہ بھی ذرا ناز کے موڈ میں تھے لہٰذا جب یہ الہام ہوا تو وہ اسی وقت اللہ رب العزت کے حضور کہنے لگے، اللہ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی رحمت کھول کھول کر لوگوں پر ظاہر کر دوں تا کہ آپ کو دنیا میں کوئی سجدہ کرنے والا نہ رہے۔ جیسے ہی یہ بات کہی اوپر سے الہام ہوا، شبلی! نہ تو میری بات کہنا نہ میں تیری بات کہتا ہوں۔

سوچئے تو سہی کہ نسبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے ساتھ کس طرح راز و نیاز اور محبت و شفقت کی باتیں کرتے ہیں۔

دیدارِ الٰہی کی تمنا:

ایک مرتبہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا۔ وہ کہنے لگا، حضرت! ذکر و اذکار اور عبادات میں عمر گزر گئی ہے مگر میرا دل ایک تمنا کی وجہ سے جل رہا ہے۔ جی چاہا کہ آج آپ کے سامنے وہ تمنا ظاہر کر دوں۔ آپ نے پوچھا، کونسی تمنا ہے؟ کہنے لگا، حضرت! امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں سو مرتبہ اللہ کا دیدار ہوا تھا، میرا بھی جی چاہتا ہے کہ مجھے بھی اپنے خالق کا دیدار نصیب ہو جائے۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حاذق طبیب تھے لہٰذا اس نے یہ بات کہی تو فرمانے لگے، اچھا، تم پھر آج عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے ہی سو جانا۔ اس میں بھی حکمت تھی مگر وہ بندہ سمجھ نہ سکا۔ وہ گھر آیا جب مغرب کے بعد کا وقت ہوا تو سوچنے لگا کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ تم عشاء کی نماز پڑھے بغیر ویسے ہی سو جانا لیکن فرض تو بالآخر فرض ہیں۔ چلو میں فرض پڑھ کر سنتیں چھوڑ کر سو جاؤں گا اور بعد میں پڑھ لوں

گا۔ چنانچہ وہ فرض پڑھ کر سو گیا۔

رات کو خواب میں اسے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا دیدار نصیب ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا ''تم نے فرض تو پڑھ لئے مگر سنتیں کیوں نہ پڑھیں'' اس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ صبح آ کر اس نے حاجی صاحب کو بتایا۔ حاجی صاحب نے فرمایا، او اللہ کے بندے! تو نے اتنے سال نمازیں پڑھتے گزار دیئے، بھلا اللہ تیری نماز قضا ہونے دیتے، کبھی ایسا نہ ہوتا بلکہ وہ تیرے عملوں کی حفاظت فرماتے، اگر تو مغرب کے بعد سو جاتا تو خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی ہوتا وہ تجھے جگا بھی دیتے اور تجھے عشاء کی توفیق بھی عطا فرما دیتے۔ مگر تو راز کو نہ سمجھ سکا۔ تو نے فقط سنتیں چھوڑیں اور محبوب ﷺ کا دیدار ہوا اگر تو فرض چھوڑ دیتا تو تجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو جاتا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور نسبت کی برکات:

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک مشہور واقعہ ہے۔ وہ ایک مرتبہ حج پر تشریف لے گئے۔ وہ تھکے ہوئے تھے۔ حضرت نے عشاء کی نماز کے صرف فرض پڑھے اور سو گئے۔ خواب میں نبی علیہ السلام کا دیدار نصیب ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، مہر علی! تو نے فرض پڑھ لئے اور سنتیں نہ پڑھیں۔ جب آپ ہماری سنتیں چھوڑ دیں گے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ بیدار ہوئے تو حضرت پر گریہ طاری ہو گیا۔ اس کے بعد عشاء کی نماز مکمل کی اور پھر بعد میں یہ مشہور نعت لکھی۔

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ:

اج سک متراندی ودھیری اے
کیوں دلڑی اداس گھنیری ہے

لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں
مکھ چند بدر لاثانی اے
متھے چمکے لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے
مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں
اس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کہ جان جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان تو شاناں سب بنیاں
ایہا صورت شالا پیش نظر
رہے وقت نزع تے روز حشر
وچ قبر تے پل تھیں جد ہو گزر
سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں
انہاں سکدیاں تے کرلاندیاں تے
لکھ واری صدقے جاندیاں تے
اتے بردیاں مفت وکاندیاں تے
شالا وت پیاں آون ایہہ گھڑیاں
سبحان اللہ ما اجملک
ما احسنک ما اکملک

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

اللہ کے نام کی برکت:

اب ایک چھوٹی سی علمی بات کرتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ طلبا بھی یہ بات مزے سے سنیں۔ ''ب'' کے حرف کو دیکھیں وہ آپ کو لیٹا ہوا نظر آئے گا۔ اور الف (ا) کو دیکھیں وہ آپ کو کھڑا نظر آئے گا۔ بچے بھی پڑھتے ہیں کہ الف (ا) کھڑی نظر آتی ہے اور ''ب'' لیٹی لیٹی نظر آتی ہے۔ عام حالت میں تو ''ب'' کا حرف لیٹا ہوا ہوتا ہے لیکن عجیب بات ہے جب بھی اس کو حرف کی شکل میں لکھیں گے تو لیٹی ہوئی شکل میں لکھیں گے۔ لیکن جب اسی حرف کو اللہ کے نام کے ساتھ ملا کر لکھیں گے یعنی جب بسم اللہ کے اندر ''ب'' کو لکھیں گے تو لیٹا ہوا نہیں بلکہ ''ب'' کو کھڑا ہوا لکھیں گے۔ ارے! ''ب'' کا حرف اگر اللہ کے نام کے ساتھ نتھی ہو جاتا ہے تو اسے کھڑا کر دیا جاتا ہے، اے مومن! تو بھی اگر اللہ کے نام کے ساتھ نسبت حاصل کر لے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے بھی لیٹا نہیں رہنے دیں گے بلکہ پروردگار تجھے بھی کھڑا کر دیں گے۔ جب اللہ رب العزت کے نام کی نسبت کی اتنی برکتیں ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات کی نسبت کی کتنی برکتیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذات کے ساتھ نسبت عطا فرما دے۔

ایک عجیب نکتہ:

مفسرین نے ایک عجیب نکتہ لکھا ہے کہ مومن کے مال کو اگر چور پڑ جائیں اور یہ اس کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے تو حدیث پاک میں آیا ہے کہ یہ بندہ شہید ہے۔ عجیب بات ہے کہ اپنے مال کی خاطر یہ مرا ہے اور اس کو شہادت کا رتبہ دے دیا گیا۔ عقل حیران ہوتی ہے کہ (مال کی خاطر مرنے والا) جس مال کے بارے میں کہا

گیا کہ اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ، دل میں اس کی محبت نہیں ہونی چاہئے ، اللہ کے ہاں اس کا مکھی کے پر کے برابر بھی رتبہ نہیں ۔ اس مال کی خاطر اگر مومن جان دے دیتا ہے تو یہ شہید ہے ۔ سبحان اللہ ۔ اسی طرح فقہا نے لکھا ہے کہ اگر ہنڈیا پک رہی ہو اور آدمی نماز پڑھ رہا ہو اور درمیان میں اسے یہ ڈر پیدا ہو جائے کہ ہنڈیا ابل جائے گی اور ضائع ہو جائے گی اور مجھے کھانے کو کچھ اور نہیں ملے گا تو وہ نماز توڑ دے ۔ ہنڈیا کی حفاظت پہلے کرے اور نماز کو بعد میں پھر لوٹا دے ۔ عقل حیران ہوتی ہے کہ اللہ کی عبادت میں کھڑا تھا اور ادھر ہنڈیا کی بات تھی ، حالانکہ اس کی کوئی اتنی قدر و قیمت نہیں تھی مگر کہا کہ نہیں ، تم پہلے اس کی حفاظت کرو ، نماز پھر پڑھ لینا ۔

ارے ! مال تھا ، اس کی کوئی ویلیو نہیں تھی ، مگر مال کی خاطر یہ قتل کر دیا گیا ، شریعت کہتی ہے کہ شہید ہے ۔ اس کی کیا وجہ ہے ؟ طالب علم کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شہادت کا رتبہ کیوں دیا ؟ کیونکہ اس نے کوئی کافروں سے جنگ نہیں لڑی اور نہ ہی اس نے دین کی سر بلندی کے لئے کام کیا ہے ، فقط اپنے مال کی وجہ سے لڑا جس کی کوئی ویلیو ہی نہیں تھی ۔ یہاں محدثین نے ایک نکتہ لکھا ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے ۔ **من قتل دون مالہ فھو شھید** کہ جو بندہ اپنے مال کی وجہ سے قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے ۔ اس حدیث پاک کو سامنے رکھ کر وہ فرماتے ہیں کہ مال کی تو کوئی حیثیت نہیں تھی مگر حدیث پاک میں مالہ کے لفظ میں ''ہ'' کی ضمیر نے مال کو مومن کے ساتھ نسبت دے دی ہے ۔ لہٰذا اب یہ فقط مال نہیں بلکہ یہ مومن کا مال ہے ۔ لہٰذا مومن کے مال کی حفاظت کرتے ہوئے اگر مومن مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو شہادت کا رتبہ عطا فرما دیتے ہیں ۔ ارے ! مال کو اگر مومن کے ساتھ نسبت ہو جائے تو مال کی قدر بڑھ جاتی ہے ۔ اگر مومن کو اللہ سے نسبت مل جائے تو مومن کی شان کیوں نہ بڑھ جائے گی ۔ اللہ اکبر کبیرا ۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ کی برکت:

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات لکھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایمان والوں کو کشتی میں لے کر بیٹھو، اور اس کے بعد پڑھنا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا ۔لہٰذا جب کشتی کو چلانا ہوتا تو وہ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا پڑھتے اور کشتی چل پڑتی اور جب روکنا ہوتا تو فرماتے بِسْمِ اللّٰهِ مُرْسٰهَا اس سے کشتی رک جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن پاک کی آیت بنا دیا۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا اس آیت کے تحت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب نکتہ لکھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بسم اللہ پڑھ کر اس کشتی کو چلاؤ بھی اور روکو بھی۔ لہٰذا بسم اللہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کشتی کو چلاتے بھی تھے اور اتنے بڑے طوفان سے اس کشتی کی حفاظت بھی فرمائی۔ وہ یہاں فرماتے ہیں کہ سوچنے کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو ''بسم اللہ'' کے دو لفظ عطا فرمائے اور ان دو لفظوں کی برکت سے حضرت نوح علیہ السلام کی سرپرستی میں ان کی پوری امت کو اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے طوفان سے محفوظ فرما لیا تو ہم بھی امید کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی سرپرستی میں امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے جو پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عطا کر دی۔ اس کی برکت سے جہنم کی آگ سے بچا کر جنت عطا فرما دیں گے۔ سبحان اللہ، چونکہ نبی علیہ السلام کے ساتھ امت کو ایک نسبت حاصل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس امت کی بھی حفاظت فرمائیں گے۔

ہماری کل کائنات:

میرے دوستو! دنیا داروں کی پراپرٹی ان کا مال ہوتا ہے اور ہماری پراپرٹی نسبت مع اللہ اور نسبت مع اہل اللہ ہے۔ یعنی اللہ سے نسبت اور اللہ والوں سے

نسبت۔ یہ ہماری کل کائنات ہے۔

عمل کی اپنے اساس کیا ہے
بجز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت تمہاری نسبت
میرا تو بس آسرا یہی ہے

نزع کے وقت نسبت کی برکت:

قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں یہ بات لکھی ہے کہ ایک عورت ان سے بیعت ہوئی۔ اس کے بعد اس کا حضرت سے رابطہ بھی نہ رہا۔ البتہ وہ ان کے بتائے ہوئے معمولات پر حتی المقدور عمل کرتی رہی۔ بیس سال کے بعد اس پر سکرات موت کی کیفیت طاری ہوئی تو وہ اچانک کہنے لگی، وہ دیکھو، حضرت آ رہے ہیں۔ پھر کہنے لگی، وہ دیکھو، حضرت میرے پاس آ گئے۔ پھر کہنے لگی، حضرت مجھے کچھ پڑھا رہے ہیں۔ اس نے خود ہی پوچھا، حضرت! آپ مجھے کیا پڑھا رہے ہیں؟ پھر خود ہی کہنے لگی، حضرت! کیا آپ مجھے کلمہ پڑھا رہے ہیں؟ پھر کہنے لگی، اچھا، میں پڑھتی ہوں۔ چنانچہ اس نے پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اندازہ کیجئے کہ بیس سال پہلے بیعت ہوئی تھی۔ اس دوران میں کوئی رابطہ نہ ہوا۔ مگر اس کے دل میں محبت تھی۔ ظاہر کے رابطے میں تو رکاوٹیں ہو سکتی ہیں مگر دل کے رابطے میں تو دنیا رکاوٹیں پیدا نہیں کر سکتی۔ بیس سال کے بعد موت کے وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک منظر دکھا دیا، شیخ سے نسبت کی برکت ظاہر فرما دی۔ اس نے اپنے شیخ کے کسی لطیفہ کو دیکھا ہو گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رجال میں سے کسی بندے کو اس شکل میں کھڑا کر دیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے نسبت کی برکت سے اس عورت کے

ایمان کی حفاظت فرمادی۔

خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس دل پر یہ اللہ اللہ کی انگلی لگ جاتی ہے اس دل کو ذکر کیے بغیر موت نہیں آ سکتی۔یعنی نسبت کی برکت کی وجہ سے اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان کی حفاظت:

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے اللہ والے گزرے ہیں۔آپ شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں سو دلائل جمع کیے۔

جب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو شیطان آپ کو پھسلانے کے لئے آپ کے پاس آیا۔نزع کے وقت شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے تاکہ مرتے وقت وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ شیطان نے آکر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تم نے ساری زندگی اللہ کی عبادت میں گزار دی۔کیا تم نے اللہ کو پہچانا بھی ہے؟ آپ نے فرمایا،''بے شک اللہ ایک ہے''۔شیطان کہنے لگا،کوئی دلیل دو۔آپ نے توحید باری تعالیٰ کے بارے میں ایک دلیل دی۔شیطان نے چونکہ انسانیت کو گمراہ کرنے کی قسمیں کھائی ہوئی تھیں۔اور معلم الملکوت رہ چکا تھا اس لئے اس نے آپ کی بتائی ہوئی دلیل رد کر دی۔آپ نے دوسری دلیل دی۔اس نے وہ بھی رد کر دی۔یہاں تک کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سو دلائل دیئے مگر اس نے سب دلائل رد کر دیئے۔اب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ بہت پریشان ہوئے۔

اس وقت آپ کے پیر و مرشد شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ دور دراز کسی جگہ پر وضو فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی پریشانی کے بارے میں کشفاً مطلع فرما دیا۔ انہوں نے غصہ میں آ کر وہ لوٹا جس سے وضو فرما رہے تھے دیوار پر مارا اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو پکار کر کہا کہ تو یہ کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر دلیل کے ایک مانتا ہوں۔ اس وقت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا غصہ سے بھرا چہرہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل سامنے تھا۔ سبحان اللہ، نسبت کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔

مجوسی کا ہاتھ کیوں نہ جلا؟

ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں ان کو ایک آدمی ملا۔ انہوں نے پوچھا، تم کون ہو؟ کہنے لگا، میں آتش پرست (آگ کی پوجا کرنے والا) ہوں۔ دونوں نے مل کر سفر شروع کر دیا۔ راستہ میں وہ آپس میں بات چیت کرنے لگے۔ اس بزرگ نے اس کو سمجھایا کہ آپ خواہ مخواہ آگ کی پوجا کرتے ہیں، آگ تو خدا نہیں، خدا تو وہ ہے جس نے آگ کو بھی پیدا کیا ہے۔ وہ نہ مانا۔ آخر کار اس بزرگ کو بھی جلال آ گیا۔ انہوں نے فرمایا، اچھا، اب ایسا کرتے ہیں کہ آگ جلاتے ہیں اور دونوں اپنے اپنے ہاتھ آگ میں ڈالتے ہیں۔ جو سچا ہوگا آگ کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوگا اور جو جھوٹا ہوگا آگ اس کے ہاتھ کو جلا دے گی۔ وہ بھی تیار ہو گیا۔

انہوں نے اس جنگل میں خوب آگ جلائی۔ آگ جلانے کے بعد مجوسی گھبرانے لگا۔ جب اس بزرگ نے دیکھا کہ اب پیچھے ہٹ رہا ہے تو انہوں نے اس کا بازو پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھام کر آگ میں ڈال دیا۔ بزرگ کے دل میں تو پکا یقین تھا کہ میں مسلمان ہوں اور اللہ تعالیٰ میری حقانیت کو ضرور ظاہر

فرمائیں گے جس سے دین اسلام کی شان وشوکت بھی واضح ہو جائے گی۔ لیکن اللہ کی شان، کہ نہ اس بزرگ کا ہاتھ جلا اور نہ اس آتش پرست کا۔ وہ آتش پرست بڑا خوش ہوا اور یہ بزرگ دل ہی دل میں بڑے رنجیدہ ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔

چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ! میں سچے دین پر تھا، آپ نے مجھ پر تو رحمت فرمادی کہ میرے ہاتھ کو محفوظ فرمالیا، یہ آتش پرست تو جھوٹا تھا، آگ اس کے ہاتھ کو جلا دیتی۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات القا فرمائی کہ میرے پیارے! ہم اس کے ہاتھ کو کیسے جلاتے جب کہ اس کے ہاتھ کو آپ نے پکڑا ہوا تھا۔ سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نسبت کی یوں لاج رکھ لیتے ہیں۔ مجوسی تو پکا کافر تھا مگر اس کے ہاتھ کو وقتی طور پر ایک اللہ والے کے ہاتھ کے ساتھ سنگت نصیب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی آگ سے محفوظ فرما دیا۔

پورے قبرستان والوں کی بخشش:

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا گیا تو خوشبو آتی تھی۔ اب لوگ حیران ہوتے ہیں کہ قبر سے خوشبو کیسے آئی۔ او خدا کے بندے! اس میں تعجب کی کونسی بات۔ اگر پھول زمین پر پڑا ہو تو مٹی کے اندر خوشبو آجاتی ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ حضرات بھی پھول کی مانند تھے۔

بگفتا من گلے ناچیز بودم
و لیکن مدت باگل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

وہ گل تھے، اس پھول کی خوشبو مٹی میں سما گئی تھی اور پھر مٹی میں سے انسانوں کو

محسوس ہونے لگ گئی تھی۔ کافی عرصہ کے بعد حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلفا میں سے کسی کو خواب میں نظر آئے۔ اس نے پوچھا، حضرت! آگے کیا معاملہ بنا؟ حضرت نے فرمایا، اللہ رب العزت کے حضور میری پیشی ہوئی۔ (حضرت کثیر البکاء تھے، ان کی طبیعت غمزدہ رہتی تھی) حضرت نے خواب میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، احمد علی! تو مجھ سے اتنا کیوں ڈرتا تھا؟ یہ سن کر میں اور زیادہ ڈر گیا کہ مجھ سے پوچھا جا رہا ہے۔ جب میں اور زیادہ ڈر گیا تو مجھے فرمایا، احمد علی! تم اور ڈر گئے۔ آج تمہارے ڈرنے کا دن نہیں، بلکہ انعام پانے کا دن ہے، ہم نے تمہارا اکرام کرنا ہے لہٰذا ہم نے تمہاری بھی مغفرت کی اور جس قبرستان میں تمہیں دفن کیا گیا ہم نے وہاں کے بھی تمام مُردوں کی مغفرت فرما دی۔ سبحان اللہ، نسبت بڑی عجیب چیز ہے۔

دعاؤں کا پہرہ:

اللہ والوں سے تعلق رکھنے والے ہزاروں میل دور ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ مشائخ کی دعاؤں اور توجہات کے صدقے وہاں بھی ان کے ایمان اور اعمال کی حفاظت فرما دیتے ہیں۔ کئی لوگ فتنوں میں پڑنے لگتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ یوں بچا لیتے ہیں جیسے مکھن میں سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ بھٹکنے لگتے ہیں مگر کوئی تھام لیتا ہے، پھسلنے لگتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ حفاظت فرما دیتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ ہمارے بڑوں کی دعائیں ہمارے گرد پہرہ دیا کرتی ہیں۔ بندہ ایسی آزمائشوں سے جو بچ نکلتا ہے، وہ اہل ہمم میں سے کسی کی ہمتیں ہوتی ہیں۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا:

دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے
میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

اس لئے ہمیں نور نسبت تمنا بنا کر اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہئے کیونکہ

نسبت مصطفیٰ بھی بڑی چیز ہے جس کو نسبت نہیں اس کی عزت نہیں
خود خدا نے نبی سے یہ فرما دیا جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں

دیکھنے کا فرق:

حدیث قدسی ہے انا عند ظن عبدی بی کہ میں بندے کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے۔ یقیناً ایسا ہی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ پر جب گمان رکھتا ہے اسی طرح اس کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر شیخ کے بارے میں یہ گمان رکھے کہ یہ کامل ہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ ان سے ہدایت کا نور عطا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرما دیتے ہیں اور جو شخص اپنے شیخ کو ایک عام بندے کی سی نظر سے دیکھنا شروع کر دے تو شیخ اس کو عام بندہ ہی نظر آتا ہے۔ دیکھئے شیر اور شِیر دو الفاظ ہیں۔ یہ دیکھنے میں تو ایک جیسے ہیں مگر ایک لفظ جنگل کے بادشاہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور دوسرے لفظ کا مطلب دودھ ہے۔ جس طرح یہ دونوں الفاظ لکھنے میں اور دیکھنے میں ایک جیسے ہیں مگر حقیقت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک اور مثال پر غور کیجئے۔ کہ مُلک، مَلَک، مِلک، مَلِک چار الفاظ ہیں۔ یہ بھی چاروں الفاظ لکھنے اور دیکھنے میں ایک جیسے ہیں مگر حقیقت میں ہر ایک کا مطلب اور مفہوم جدا ہے۔ جاننے والا آدمی جب کسی جملے میں اعراب کے بغیر ان میں سے کوئی بھی لفظ پڑھتا ہے تو ٹھیک ٹھیک پڑھتا ہے اگر ایک لفظ کی جگہ دوسرا پڑھ دے تو مفہوم الٹ بن جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام کا چہرۂ انور تو وہی تھا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نظر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر پڑی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''محمد رسول اللہ'' کی نظر سے دیکھا اور مقام صدیقیت حاصل کر لیا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابولہب اور ابوجہل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فقط محمد بن عبداللہ کی نظر سے دیکھا جس کی وجہ سے جہنم کی غذا بنے۔ معلوم ہوا کہ یہ دیکھنے والے کی نظر ہوتی ہے کہ

دیکھنے والا کس عقیدت اور محبت سے دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا جو سالک اپنے شیخ کے بارے میں یہ یقین رکھے کہ اللہ رب العزت نے ان کو نسبت کا نور دیا ہوا ہے اور ان کے صدقے اللہ تعالیٰ میرے سینے کو بھی روشن فرمائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرمائیں گے۔

جیسا گمان ویسا معاملہ:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم تین پیر بھائی تھے۔ ہم تینوں کا اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علیحدہ علیحدہ گمان تھا۔ فرماتے ہیں کہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ خاموش طبع تھے۔ لہٰذا کم بات کرنے کی وجہ سے ہمارے ایک پیر بھائی سمجھتے تھے کہ میرے شیخ کامل تو ہیں مگر صاحب ارشاد نہیں ہیں۔ دعوت وارشاد میں اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو قطب ارشاد بنا دیتے ہیں اور ان کے بیانات اور کلمات سے اللہ تعالیٰ ہزاروں انسانوں کے دلوں کی دنیا کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ ان میں سے دوسرے کا گمان یہ تھا کہ میرے شیخ خود تو کامل ہیں مگر وہ دوسروں کو کامل نہیں بنا پاتے۔ کیونکہ کم بولتے تھے۔ کسی نے ایک دفعہ ان سے کہا، حضرت! آپ بات کیا کریں تاکہ لوگوں کو فائدہ ہو۔ حضرت نے عجیب بات کہی، فرمایا، جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائے گا۔

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیا کی ایسی حالت بنا دیا کرتے ہیں کہ وہ من عرف ربه طال لسانه کا مصداق بن جاتے ہیں اور ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ من عرف ربه قل لسانه کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ملتی

ہے تو اللہ تعالیٰ کے دیدار میں ایسے مست ہو جاتے ہیں کہ ان کی مخلوق کے ساتھ کلام کرنے کی کیفیت کم ہوتی ہے اور پروردگار عالم کی طرف ان کے رجحان کی نسبت زیادہ رہتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں ہی مست رہتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ تیسرا میں تھا اور میرا اپنے شیخ کے بارے میں گمان یہ تھا کہ میرے شیخ اتنے کامل ہیں کہ اس سے پہلے اگر اس امت میں کسی کو کوئی کامل شیخ ملا ہے تو وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السلام ملے ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد اگر کسی کو کوئی کامل شیخ ملا ہے تو پھر مجھے میرے شیخ ملے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھی تو پتہ نہیں کہ کدھر گئے مگر میرے اس گمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مجدد الف ثانی بنا دیا۔ یعنی مجھے دوسرے ہزار سال کا مجدد بنا دیا۔

ایک اور واقعہ:

تین آدمی ایک ہی راستے پر جا رہے تھے۔ ان کا آپس میں تعارف ہوا۔ پھر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کہاں جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا رہا ہوں۔ سنا ہے کہ وہ بڑا ولی ہے اس لئے میں اسے آزمانے جا رہا ہوں کہ وہ ولی بھی ہے یا نہیں۔ دوسرے سے پوچھا کہ بھئی! آپ کس لئے جا رہے ہیں؟ وہ کہنے لگا کہ میں بہت زیادہ مصیبتوں میں پھنسا ہوا ہوں، اس لئے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کروانے جا رہا ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا سے میری مصیبتیں دور فرما دیں۔ تیسرے نے پوچھنے پر جواب دیا کہ میں نے سنا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی بڑے کامل ولی ہیں، اس لئے میں ان کو ولی سمجھ کر ان کے جوتوں میں کچھ دن گزارنے جا رہا ہوں۔

وہ تینوں آدمی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور سلام کر

کے بیٹھ گئے۔ ان میں سے جو آدمی کہتا تھا کہ میں تو آزمانے جا رہا ہوں، حضرت نے اس سے حال احوال پوچھے اور اسے واپس بھیج دیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بندہ اپنی زندگی میں مرتد ہوا اور بالآخر کفر پر اس کی موت آئی۔ کیونکہ اس کے دل میں اولیاء اللہ کا استخفاف تھا اور ان کے بارے میں ادھر ادھر کی باتیں کرتا پھرتا تھا۔ ان میں سے جس نے کہا تھا کہ میں مصیبتوں میں گھرا ہوا ہوں اور دعا کروانے جا رہا ہوں حضرت نے اس کے لئے دعا فرمائی اور اس کو واپس بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مصیبتیں دور کر دیں اور تیسرا بندہ جس نے کہا تھا کہ میں ان کے قدموں میں کچھ وقت گزارنے جا رہا ہوں، وہ ان کے پاس رہا حتیٰ کے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں شامل ہوا۔

سراقہ کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن:

اگر کوئی آدمی نیک نیتی کے ساتھ اللہ کے لئے دنیا کی کوئی قربانی دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیں گے اور آخرت میں بھی دیں گے۔ حدیث پاک سے اس کی دلیل ملتی ہے۔ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کے سفر میں تھے اس وقت آپ کے پیچھے ایک کافر آ گیا۔ جس کا نام سراقہ تھا۔ جب اس نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا تو آپ ﷺ کی دعا سے اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ پھر نبی علیہ السلام نے دعا فرمائی اور اس کے پاؤں کو زمین نے چھوڑ دیا۔ جب وہ جانے لگا تو ڈر تھا کہ کہیں وہ جا کر پھر نہ بتا دے۔ اس وقت اس نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے کلمہ پڑھا دیجئے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے اسے کلمہ پڑھا دیا۔ لیکن اس سے پہلے نبی علیہ السلام نے اس کو بشارت دے دی تھی کہ سراقہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تو تیرے ہاتھوں یا تیرے بازوؤں میں کسریٰ کے کنگن عطا فرما دیئے ہیں۔ اس کو نبی علیہ السلام کی مخبری کرنے پر سو یا دو سو اونٹوں کا انعام ملنا تھا جو

کفار نے اعلان کر دیا تھا لیکن اس نے اللہ کی نسبت سے سو یا دو سو اونٹوں کے انعام کی قربانی دے دی کہ میں اس دنیاوی فائدہ کو چھوڑتا ہوں اور اب واپس جا کر ان کے بارے میں کفار کو نہیں بتاؤں گا۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے اس کی اس قربانی کی قدر دانی فرمائی اور دو سو اونٹوں کے بدلے میں کسریٰ جیسے بادشاہ کے کنگن اس کے بازوؤں میں عطا فرما دیئے۔ سبحان اللہ، جو بندہ اللہ کی نسبت سے دنیا کی قربانی دیتا ہے اللہ تعالیٰ سے دنیا سے محروم نہیں کرتے بلکہ دنیا کو کئی گنا کر کے اس کے قدموں میں ڈال دیا کرتے ہیں۔

دیکھئے، میرے اور آپ کے لئے سونا پہننا حرام ہے لیکن سراقہ ؓ کے لئے سونا پہننا حلال ہو گیا۔ دنیا میں ہی ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن سجے۔ جب کہ ہمارے ہاتھوں میں تو جنت میں سجیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہاں پہنچا دے۔ (آمین)

نوجوان اور کنگن:

کچھ نوجوان کنگن کا نام سنتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنت میں مرد لوگ سونے کے کنگن پہنیں گے۔ جب کہ ان کا اپنا یہ حال ہوتا ہے کہ راڈو کی گھڑی پہن کر ہاتھ ہلاتے ہیں اور لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ دیکھو میں نے راڈو کی گھڑی پہنی ہوئی ہے۔ او خدا کے بندے! یہ تو دنیا کی ایک گھڑی ہے، جب یہ تیرے ہاتھ پہ سجی ہے تو تو لوگوں کو دکھاتا پھر رہا ہے، اگر اللہ تعالیٰ بھی جنت کے اندر مردوں کے بازوؤں میں سونے کی گھڑیاں اور سونے کے کنگن سجا دیں تو اس میں کونسی اچنبھے کی بات ہے۔

دو پیغمبروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا عجیب معاملہ:

آپ کے سامنے ایک علمی بات پیش کرتا ہوں۔ جو علما اور طلبا کے لئے بہت

مزے کی بات ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے دو پیغمبر ایسے ہیں جن کا قرآن مجید میں بھی تذکرہ ہے اور ان دونوں نے مُردوں کے زندہ ہونے کے بارے میں سوال کیا۔ مگر سوال کا انداز مختلف تھا۔ ایک حضرت عزیر علیہ السلام تھے انہوں نے جب مُردوں کو دیکھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے پروردگار اَنّٰی یُحْیِ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا اللہ اس کو کس طرح زندہ کرے گا اس کے مرنے کے بعد۔ انہوں نے پوچھا مگر اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انہی کو موت دے دی اور وہ ایک سو سال تک اسی حالت میں رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ فرما دیا۔

دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ انہوں نے بھی مردوں کے زندہ ہونے کے بارے میں سوال کیا۔ ان کا سوال پوچھنے کا انداز یہ تھا کہ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی اے اللہ! آپ مردوں کو کیسے زندہ فرمائیں گے۔ انہوں نے اَنّٰی کا لفظ استعمال کیا اور ادھر کَیْفَ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ کَیْفَ کے لفظ میں سوالیہ بات ہے، اس میں کوئی تعجب ظاہر نہیں ہوتا کہ جی ان کو کیسے زندہ کریں گے۔ بلکہ فقط ایک سوال پوچھا۔ اسی لئے جب پوچھا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کہ کیا آپ اس بات پر ایمان نہیں لائے تو جواب میں فوراً عرض کیا قَالَ بَلٰی اے اللہ! مانتا ہوں، ایمان ہے وَ لٰکِنْ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ میں نے تو اپنے دل کے اطمینان کے لئے سوال کیا ہے۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیف کے لفظ کے ساتھ سوال پوچھا اس لئے پروردگار عالم نے کسی غیر پر موت کو طاری کیا اور پھر اس کو زندہ کر کے ان کے سامنے معجزہ دکھا دیا۔ جب کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے سوال پوچھتے ہوئے تعجب کے ساتھ پوچھا، جیسے اس بات پہ بڑے حیران ہو رہے ہوں کہ اَنّٰی یُحْیِ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا چونکہ تعجب پایا جاتا تھا اس لئے پروردگار نے غیر پر موت طاری کرنے کی بجائے انہی پر موت طاری کر دی اور سو سال تک آرام سے سلا دیا۔ پھر زندہ کر کے پوچھا کہ اے میرے پیغمبر اب

بتایئے۔

اس ساری تفصیل کا حاصل یہ نکلا کہ ایک لفظ کی تبدیلی سے دونوں کے ساتھ معاملہ علیحدہ علیحدہ ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جیسا گمان کرے گا پروردگار کا اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ ہوگا۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی چونکہ سوال تو پوچھا تھا اس لئے سوال پوچھنے کی کوئی تو قیمت دینی پڑنی تھی۔ کیونکہ باقی انبیاء بھی تو تھے جنہوں نے سوال ہی نہیں پوچھا تھا۔ اس لئے تمام انبیاء میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی سے وہ قربانی نہ مانگی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مانگی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے پیارے خلیل! میں نے مُردوں کو زندہ تو کر کے آپ کے سوال کا جواب دے دیا لیکن چونکہ سوال پوچھا تھا اس لئے اس کی قیمت بھی دیتے جایئے۔ اب آپ کو اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر کے دکھانا پڑے گا۔

نیت درست کر لیجئے:

چونکہ حدیث قدسی میں ہے کہ میں بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان کرتا ہے۔ لہٰذا آپ میں سے جو دل میں یہ گمان لے کر آیا کہ میں ایک ایسی جگہ پر جا رہا ہوں جہاں ذکر کرنے والے اللہ کے نیک بندے ہوں گے، میں وہاں جاؤں گا اور میرے گناہ بخشے جائیں گے، میری مشکلات دور ہو جائیں گی اور اللہ تعالیٰ میرے دین ایمان میں ترقی عطا فرما دیں گے۔ جو اس نیت کے ساتھ چل کر آیا ہوگا اللہ تعالیٰ یقیناً اس کے ساتھ یہی معاملہ فرمائیں گے اور جو کہے گا کہ ہم تقریریں سننے جا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو تقریریں تو سنوا دیں گے مگر باطن کی نعمت سے محروم لوٹا دیں گے۔ اب یہ معاملہ ہم پر ہے۔ کئی مرتبہ دور سے آنے والے جھولیاں بھر کے جاتے ہیں اور قریب رہنے والے محروم رہ جاتے ہیں۔

اس لئے میرے دوستو! ہم میں سے ہر بندہ طالب صادق بن کر بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی طلب کے مطابق اس کو اجر اور بدلہ عطا فرما دیں گے۔

فقیر کا کام:

میرے دوستو! ہم تو سائل ہیں، محتاج ہیں، مانگنے والے ہیں، اور فقیر ہیں۔ ہمیں تو قرآن مجید نے خطاب دے دیا یا ایھا الناس انتم الفقراء لہٰذا ہم تو ہیں ہی فقیر، اور فقیر کا کام مانگنا ہوتا ہے۔ لہٰذا مانگنے سے کیا شرمانا۔ اللہ تعالیٰ کے پاس تو زمین و آسمان کے خزانے ہیں اس لئے دل کھول کر مانگنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ تو وہ ذات ہے کہ مانگنے والے کو ہمیشہ اپنے دامن کی کوتاہی کا شکوہ رہا اور دینے والے کے خزانے ہمیشہ امیدوں سے بھی زیادہ نکلے۔

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے
بات رب پہ جو چھوڑ دیتا ہے
اس کے لطف و کرم کے کیا کہنے
لاکھ مانگو کروڑ دیتا ہے

ایک دلچسپ نکتہ:

ایک اور علمی نکتہ سنئے امید ہے کہ وہ بات جان کر آپ کو مزہ آئے گا۔ بندہ دنیا میں جب تہجد کے لئے جاگتا ہے تو آنکھیں نیند کو ترستی ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ جی میری آنکھیں نیند کو ترس گئیں۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ میرا جسم نیند کو ترس گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ شب بیداری کرتے ہیں. ن کی آنکھیں نیند کو ترستی ہیں لہٰذا جہاں پروردگار عالم نے اپنے شب زندہ دار لوگوں کو اجر اور بدلہ دینے کا تذکرہ فرمایا وہاں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا تذکرہ فرمایا۔ فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ

مِنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ کہ کوئی جی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا بنا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ بھی تو کوئی لفظ استعمال کر سکتے تھے مثلاً یوں بھی فرما سکتے تھے کہ ان کے دلوں کی تسکین کے لئے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے۔ یا یہ بھی فرما سکتے تھے کہ ان کے جسموں کی لذت کے لئے اللہ نے کیا بنا رکھا ہے۔ مگر نہیں چونکہ تتجافی جنوبھم عن المضاجع ان کے پہلو ان کے بستروں سے جدا رہے اور ان کی آنکھیں نیند کو ترستی رہیں اس لئے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے سامان کر دیا گیا۔ میرے مولا! آپ کتنا اجر اور بدلہ دینے والے ہیں کہ جن کی آنکھیں نیند کو ترستی رہیں ان کے لئے آپ نے وہ وہ نعمتیں بنائیں جن کو دیکھ دیکھ کر ان بندوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام:

اللہ تعالیٰ جس بندے سے راضی ہوتے ہیں اس کو اپنا قرب عطا فرما دیتے ہیں۔ اور یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے سب سے بہترین انعام اس کا قرب ہے۔ اس کی دلیل قرآن عظیم الشان میں سے۔ جب فرعون نے جادوگروں کو بلایا اور کہا کہ تم موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرو تو جادوگر بھی سمجھدار لوگ تھے۔ وہ فرعون سے پوچھنے لگے کہ جناب! ہم مقابلہ تو کرتے ہیں اور مقابلہ بھی شاہی مقابلہ ہے، کوئی چھوٹی موٹی بات نہیں ہے لہٰذا آپ بتائیے کہ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو پھر ہمیں جیتنے کے نتیجے میں کیا انعام ملے گا۔ فرعون نے جواب دیا کہ اگر تم جیت گئے تو اِنَّکُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ کہ اس کے نتیجے میں تم میرے مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔ معلوم ہوا کہ مقربین میں شامل ہو جانا سب سے بڑا انعام ہوتا ہے اور سارے انعامات اس انعام میں شامل ہوتے ہیں۔

عقلمند بیوی:

سبکتگین بادشاہ اپنی ایک بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی دوسری بیویوں نے اس سے کہا کہ آپ اپنی فلاں بیوی سے زیادہ محبت رکھتے ہیں حالانکہ حسن میں ہم اس سے زیادہ ہیں، سمجھداری میں بھی ہم ان سے زیادہ ہیں آخر اس میں کونسی ایسی خاص بات ہے، ہمیں تو اس کے اندر کچھ نظر نہیں آتا۔ مگر آپ کی محبت کی نگاہیں جو اس پر اٹھتی ہیں وہ کسی دوسری بیوی پر نہیں اٹھتیں، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ بادشاہ نے کہا، اچھا، میں کبھی اس بات کا جواب دے دوں گا۔ اس کے بعد اس کی بیویاں یہ بات بھول گئیں۔

ایک دن سبکتگین نے اپنے گھر کے صحن میں بیٹھ کر کہا کہ آج میں بڑے اچھے موڈ میں ہوں اس لئے آج میں چاہتا ہوں کہ میں تم میں سے ہر ایک کو اچھے اچھے انعام سے نوازوں۔ وہ یہ بات سن کر خوش ہو گئیں کہ آج ہمیں شاہی خزانے سے انعام ملے گا۔ صحن میں سونے چاندی اور جواہرات کے ڈھیر لگا دیئے گئے۔ بادشاہ نے ان سب کو بلا کر کہا کہ اس صحن میں جو چیزیں پڑی ہوئی ہیں ان میں سے جس چیز پر جو بیوی بھی ہاتھ رکھ لے گی اس کو وہ چیز انعام کے طور پر دے دی جائے گی۔ چنانچہ جس وقت میں اشارہ کروں تم دوڑ کر اپنی پسند کی چیز پر ہاتھ رکھ لینا۔ بیویاں تیار ہو گئیں اور انہوں نے اپنی اپنی پسند کی چیزوں پر نگاہیں جمالیں۔ کسی نے یاقوت کے اوپر، کسی نے ہیرے کے اوپر، کسی نے سونے کے اوپر اور کسی نے چاندی کے اوپر۔ بادشاہ نے اشارہ کیا تو بیویوں نے دوڑ کر اپنی اپنی پسندیدہ چیزوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ لیکن وہ بیوی جس پر اس کی محبت کی خاص نظر رہتی تھی وہ اپنی جگہ کھڑی رہی۔ جب سب نے دیکھا کہ ہم نے قیمتی چیزوں پر ہاتھ رکھ لئے ہیں مگر اس نے کسی چیز پر ہاتھ نہیں رکھا تو وہ ہنسنے لگیں اور بادشاہ سے کہنے لگیں، بادشاہ سلامت! ہم کہا کرتی تھیں

کہ یہ بے وقوف ہے اور اس کے اندر عقل کی کمی ہے، اور آج اس کی عقل کی کمی کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ یہ تو بس سوچتی ہی رہی لہٰذا آج اس کے پلے کچھ نہیں آئے گا۔

بادشاہ نے اس سے پوچھا، اے اللہ کی بندی! تو نے کسی چیز پر ہاتھ کیوں نہ رکھے؟ وہ کہنے لگی بادشاہ سلامت! میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ نے یہی کہا ہے ناں کہ جو جس چیز پر ہاتھ رکھ لے گی وہ چیز اسی کی ہو جائے گی۔ بادشاہ نے کہا، ہاں یہی تو میں نے کہا ہے۔ اس نے یہ سنا تو آگے بڑھی اور بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ لئے۔ وہ کہنے لگی، بادشاہ سلامت! جب آپ میرے ہو گئے تو پھر سارا خزانہ میرا بن گیا۔

بادشاہ نے اس کی یہ بات سن کر اپنی دوسری بیویوں سے کہا کہ دیکھو، اس کی اس عقلمندی اور محبت کی وجہ سے میں اس کے ساتھ زیادہ محبت کرتا تھا۔

اگر ایک باندی یہ سمجھتی ہے کہ میں بادشاہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ لوں تو وہ میرا بن جائے گا اور اس طرح سب کچھ میرا ہو جائے گا۔ اللہ والے بھی اسی طرح سمجھتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے ہو گئے تو پھر تمام چیزیں ہماری ہو جائیں گی۔ اسی لئے فرمایا گیا من کان للہ کان اللہ لہ کہ جو اللہ کا بن جایا کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس بندے کے بن جاتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیں اور من کان للہ کے مصداق بن جائیں، پھر اللہ تعالیٰ ہمارے بن جائیں گے۔ اور جب اللہ تعالیٰ ہمارے ہو جائیں گے تو پھر ہمیں زندگی گزارنے کا سلیقہ آ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی ذات سے نسبت عطا فرما دے۔ اس کی قدردانی کی توفیق عطا فرما دے اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ہمیں سرخروئی نصیب فرما دے۔

و اخر دعوٰنا ان الحمدللہ رب العٰلمین